

فرماتے ہیں کہ اس جملہ کے معنی کتنے حسین و لکش ہیں۔
 حضرت کی مراد یہ ہے کہ جو شخص اپنے قبیلہ سے حسن سلوک
 نہیں کرتا تو اس نے ایک ہی ہاتھ کی منفعت کو روکا، لیکن جب
 ان کی امداد کی ضرورت پڑے گی اور ان کی ہمدردی و اعانت
 کیلئے لاچار و مضرور ہو گا تو وہ ان کے بہت سے بڑھنے والے ہاتھوں
 اور اٹھنے والے قدموں کی ہمدردیوں اور چارہ سازیوں سے مروم
 ہو جائے گا۔

--☆☆--

(۲۴) خطبه

مجھے اپنی زندگی کی قسم! میں حق کے خلاف چلنے والوں اور گمراہی
 میں بھٹکنے والوں سے جنگ میں کسی قسم کی رُور عایت اور سستی نہیں
 کروں گا۔ اللہ کے بندوں! اللہ سے ڈرا و اراس کے غضب سے بھاگ
 کراس کے دامن رحمت میں پناہ لو، اللہ کی دکھائی ہوئی راہ پر چلو اور
 اس کے عائد کردہ احکام کو بجالاؤ (اگر ایسا ہو تو) علیٰ تمہاری نجات
 آخر دن کا ضامن ہے، اگرچہ دنیوی کامرانی تمہیں حاصل نہ ہو۔

--☆☆--

(۲۵) خطبه

جب امیر المؤمنین علیہ السلام کو پے درپے یہ اطلاعات ملیں کہ
 معاویہ کے اصحاب (آپ کے مقبوضہ) شہروں پر تسلط جما رہے ہیں اور
 یمن کے عامل عبید اللہ ابن عباس اور سپہ سالار لشکر
 سعید ابن نمران، بسر ابن ابی ارطات سے مغلوب ہو کر
 حضرت کے پاس پہنچ آئے تو آپ اپنے اصحاب کی
 بہادر میں سُقی اور رائے کی خلاف ورزی سے بد دل ہو کر
 منبر کی طرف بڑھے اور فرمایا: مل
 یہ عالم ہے اس کوفہ کا جس کا بندوبست میرے ہاتھ میں ہے۔

بِقَوْلِهِ: «وَمَنْ يَقْبِضْ يَدَهُ عَنْ عَشِيرَتِهِ» إِلَى
 تَمَامِ الْكَلَامِ، فِإِنَّمَا الْمُمْسِكَ خَيْرٌ عَنْ
 عَشِيرَتِهِ إِنَّمَا يُمْسِكُ نَفْعًا يَدِ وَاحِدَةٍ فَإِذَا
 احْتَاجَ إِلَى نُصْرَتِهِ وَاصْطَرَرَ إِلَى مُرَادِهِ فَهُمْ
 قَعْدُوا عَنْ نَصْرِهِ، وَتَشَاقَّلُوا عَنْ صَوْتِهِ،
 فَمُنْعِي تَرَافُدُ الْأَيْدِيِّ الْكَثِيرَةِ وَتَنَاهُصُ
 الْأَقْدَامُ الْجَمِيعَةِ.

-----☆☆-----

(۲۴) وَمِنْ خُلُبِةَ اللَّهِ عَلَيْهِ الْمَلَامُ

وَلَعْنِرِيْ مَا عَلَىَّ مِنْ قِتَالٍ مَنْ حَالََ
 الْحَقَّ، وَخَابَطَ الْغَيْرَ مِنْ إِدْهَانٍ وَلَا إِيْهَانٍ،
 فَاتَّقُوا اللَّهَ عِبَادَ اللَّهِ، وَفِرُّوا إِلَى اللَّهِ مِنَ اللَّهِ
 وَامْضُوا فِي الدِّرْيَ نَهَجَةً لَكُمْ، وَقُوْمُوا بِيَا
 عَصَبَةَ بِكُمْ، فَعَلَىٰ ضَامِنٍ لِفُلِيجِكُمْ أَجْلًا،
 إِنْ لَمْ تُمْنَحُوهُ عَاجِلًا.

-----☆☆-----

(۲۵) وَمِنْ خُلُبِةَ اللَّهِ عَلَيْهِ الْمَلَامُ

وَقَدْ تَوَاتَرَتْ عَلَيْهِ الْأَخْبَارُ بِإِسْتِيَالِ
 أَصْحَابِ مَعَاوِيَةَ عَلَى الْبِلَادِ وَقَدِمَ عَلَيْهِ
 غَامِلَاهُ عَلَى الْيَمَنِ وَهُمَا عَبِيدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ وَ
 سَعِيدُ بْنُ نُمَرَّاَبَ لَكَانَ غَلَبَ عَلَيْهِمَا بُسْرُ بْنُ
 آبِي آرْظَاءَ، فَقَامَ عَلَيْهِمَا عَلَى الْمِئَرِ صَجِرًا
 بِتَشَاقُلِ أَصْحَابِهِ عَنِ الْجِهَادِ وَمُخَالَفَتِهِمُ
 لَهُ فِي الرَّأْيِ، فَقَالَ:
 مَا هِيَ إِلَّا الْكُوْفَةُ، أَقْبِضُهَا وَأَبْسُطُهَا إِنْ

(اے شہر کوفہ!) اگر تیرا یہی عالم رہا کہ تجھ میں آندھیاں چلتی رہیں تو خدا تجھے غارت کرے!۔

[پھر آپ نے شاعر کا یہ شعر بطور تمثیل پڑھا]

”اے عمرو! تیرے اچھے باپ کی قسم! مجھے تو اس برلن سے تھوڑی سی چکناہٹ ہی ملی ہے (جو برلن کے خالی ہونے کے بعد اس میں لگی رہ جاتی ہے)۔“

[پھر آپ نے فرمایا]

مجھے یہ خردی گئی ہے کہ بسرین پر چھا گیا ہے۔ بخدا! میں تو اب ان لوگوں کے متعلق یہ خیال کرنے لگا ہوں کہ وہ عنقریب سلطنت و دولت کو تم سے تھیا لیں گے، اس لئے کہ وہ (مرکز) باطل پر مخدوٰ کیجا ہیں اور تم اپنے (مرکز) حق سے پرا گندہ و منتشر۔ تم امیر حق میں اپنے امام کے نافرمان اور وہ باطل میں بھی اپنے امام کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ وہ اپنے ساتھی (معاویہ) کے ساتھ امانت داری کے فرض کو پورا کرتے ہیں اور تم خیانت کرنے سے نہیں چوکتے۔ وہ اپنے شہروں میں امن بحال رکھتے ہیں اور تم شورشیں برپا کرتے ہو۔ میں اگر تم میں سے کسی کوکڑی کے ایک پیالے کا بھی امین بناؤں تو یہ ڈر رہتا ہے کہ وہ اس کے کنڈے کو توڑ کر لے جائے گا۔

اے اللہ! وہ مجھ سے تنگ دل ہو چکے ہیں اور میں ان سے، وہ مجھ سے اکتا چکے ہیں اور میں ان سے، مجھے ان کے بد لے میں اچھے لوگ عطا کرو اور میرے بد لے میں انہیں کوئی اور برا حاکم دے۔ خدا یا! ان کے دلوں کو اس طرح (اپنے غضب سے) پگھلا دے جس طرح نمک پانی میں گھول دیا جاتا ہے۔ خدا کی قسم! میں اس چیز کو دوست رکھتا ہوں کہ تمہارے بجائے میرے پاس بنی فراس ابن غنم کے ایک ہی ہزار سوار ہوتے ایسے (جن کا وصف شاعر نے یہ بیان کیا ہے کہ:)

لَمْ تَكُنْنَ إِلَّا أَنْتَ، تَهْبُّ أَعَاصِيُوكَ،
فَقَبَّحَكِ اللَّهُ!

[وَتَمَلَّأَ بِقَوْلِ الشَّاعِرِ]

لَعْمَرُ أَبِينِكَ الْخَيْرِ يَا عَمْرُو إِنَّكَ
عَلَى وَصَرِّ مِنْ ذَا الِإِنَاءِ قَلِيلٌ

[لَمْ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ]

أَنْتِيُتُ بُسْرًا قَدِ اطَّلَعَ الْيَمَنَ
وَ إِنِّي وَاللَّهِ! لَا ظُنْنٌ أَنَّ هُوَ لَاَءُ الْقَوْمَ
سَيِّدُ الْوَنَّ مِنْكُمْ إِنْجِنَّا عَهُمْ عَلَى
بَاطِلِهِمْ، وَ تَفَرَّقُكُمْ عَنْ حَقِّكُمْ،
وَ بِسَعْيِيْتُكُمْ إِمَامَكُمْ فِي الْحَقِّ، وَ
ظَاعَتِهِمْ إِمَامَهُمْ فِي الْبَاطِلِ، وَ بِأَدَائِهِمْ
الْأَمَانَةَ إِلَى صَاحِبِهِمْ وَ خَيَانَتِكُمْ، وَ
بِصَلَاحِهِمْ فِي بِلَادِهِمْ وَ فَسَادِكُمْ، فَلَوْ
أَتَتَمَنْتُ أَحَدَكُمْ عَلَى قَعْبِ لَحْشِيْتُ أَنْ
يَذْهَبَ بِعِلَاقَتِهِ.

اللَّهُمَّ إِنِّي قَدْ مَلِئْتُهُمْ وَ مَلُونِي، وَ
سَعَيْتُهُمْ وَ سَعَيْوُنِي، فَأَبْدِلْنِي بِهِمْ خَيْرًا
مِنْهُمْ، وَ أَبْدِلْهُمْ بِي شَرًّا مِنِّي، اللَّهُمَّ مِثْ
قُلُوبَهُمْ كَمَا يُبَاتُ الْمِلْحُ فِي
الْبَأْءَاءِ، أَمَا وَاللَّهِ! لَوْدَدْتُ أَنَّ لِي بِكُمْ
الْأَفَ فَارِسٍ مِنْ بَنِي فِرَاسٍ
بُنِيَ غَنِيمٍ:

”اگر تم کسی موقع پر انھیں پکارو تو تمہارے پاس ایسے سوار پہنچیں جو تیز روی میں گرمیوں کے ابر کے مانند ہیں۔“
اس کے بعد حضرت مسیح سے پنجے آتے۔

سید رضی رض کہتے ہیں کہ: اس شعر میں لفظ: ”آرمیہ“ رمی کی جمع ہے، جس کے معنی ابر کے ہیں اور ”جیم“ کے معنی یہاں پر موسم گرم کے ہیں اور شاعر نے گرمیوں کے ابر کی تخصیص اس لئے کی ہے کہ وہ سرخ الیر اور تیز رفتار ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ پانی سے غالی ہوتا ہے۔ اور اب دست کام اس وقت ہوتا ہے جب اس میں پانی بھرا ہوا ہو اور ایسے ابر (ملک عرب میں) عموماً سردیوں میں اٹھتے ہیں۔ اس شعر سے شاعر کا مقصد یہ ہے کہ انہیں جب مدد کیلئے پکارا جاتا ہے اور ان سے فریاد ری کی جاتی ہے تو وہ تیزی سے بڑھتے ہیں اور اس کی دلیل شعر کا پہلا مصرع ہے: «هُنَالِكَ، لَوْ دَعَوْتَ، أَتَاكَ مِنْهُمْ»: ”اگر تم پکارو تو وہ تمہارے پاس پنج جائیں گے۔“

--☆☆--

هُنَالِكَ، لَوْ دَعَوْتَ، أَتَاكَ مِنْهُمْ
فَوَارِسٌ مِثْلُ آرْمِيَةِ الْحَمِيمِ
ثُمَّ نَزَلَ عَلَيْهِ مِنَ الْمُنْبَرِ۔

آفُولُ: «الْأَرْمِيَةُ» جَمْعُ «رَمِيٍّ» وَ هُوَ السَّحَابَ، وَ الْحَمِيمُ هُنَّا وَقْتُ الصَّيفِ، وَ إِنَّمَا خَصَّ الشَّاعِرُ سَحَابَ الصَّيفِ بِالْدُّكْرِ لِإِنَّهُ أَشَدُّ جُفُونًا وَأَسْرَعُ خُفُوفًا، لِأَنَّهُ لَا مَاءَ فِيهِ، وَ إِنَّمَا يَكُونُ السَّحَابُ ثَقِيلَ التَّسْيِيرِ لِأَمْتِلَاهُ بِالْمَاءِ، وَ ذَلِكَ لَا يَكُونُ فِي الْأَكْثَرِ إِلَّا زَمَانَ الشَّتَاءِ، وَ إِنَّمَا أَرَادَ الشَّاعِرُ وَضْفَهُمْ بِالسُّرْعَةِ إِذَا دُعُوا وَالْإِغْاثَةُ إِذَا اسْتُغْيِيشُوا، وَ الدَّلِيلُ عَلَى ذَلِكَ قَوْلُهُ: «هُنَالِكَ، لَوْ دَعَوْتَ، أَتَاكَ مِنْهُمْ۔۔۔»

-----☆☆-----

ط جب تحریم کے بعد معاویہ کے قدم مضبوطی سے جم گئے تو اس نے اپنادارہ سلطنت وسیع کرنے کیلئے امیر المؤمنین علیہ السلام کے مقبوضہ شہروں پر قبضہ جمانے کی تدبیر میں شروع کر دیں اور مختلف علاقوں میں اپنی فوجیں بیٹھ ڈیں تاکہ وہ جبرا و تشدید سے امیر شام کیلئے بیعت حاصل کریں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں براہم ان ای ارطاۃ کو جاز روانہ کیا جس نے جواز سے لے کر یمن تک ہزاروں بے ہناؤ ہوئے کے خون بہارے، قبیلوں کے قبیلے زندہ آگ میں جلا دیئے اور چھوٹے بچوں تک کو قتل کیا، یہاں تک کہ عبید اللہ ابن عباس والی بن کے دو کم من بچوں قشیر اور عبدالرحمن کو ان کی مال حوریہ بنت خالد کے سامنے ذبح کر دیا۔

امیر المؤمنین علیہ السلام کو جب اس کی سفاریوں اور خوزیزیوں کا علم ہوا تو آپ نے اس کی سرکوبی کیلئے لشکر روانہ کرنا چاہا مگر پیغم جنگ آزمائیوں کی وجہ سے لوگ جنگ سے جی چھوڑ بیٹھتے تھے اور سرگری کے بھائے بدلتی ان میں پیدا ہو چکی تھی۔ حضرت نے جب ان کو جنگ سے پہلو بچا تھے ہوئے دیکھا تو یہ خطبه ارشاد فرمایا جس میں انہیں حمیت و غیرت دلائی ہے اور شمن کی باطل نوازیوں اور ان کے مقابلے میں ان کی کوتا ہیوں کا تذکرہ کر کے انہیں جہاد پر آجھا رہے۔ آخر جاریہ ان قدامہ نے آپ کی آواز پر لیکی بھی اور دو ہزار کے لشکر کے ساتھ اس کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور اس کا پیچھا کر کے اسے امیر المؤمنین علیہ السلام کے مقبوضات سے نکال باہر کیا۔

☆☆☆☆☆